کیا "یُتَوَفَّوْنَ" کے معنی اور ترجمہ "یموتون" ہوسکتا ہے؟

قرآنِ مجید میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۴ اور ۲۴۰ کی ابتدا میں من وعن ایک جیسے الفاظ میں فرمایا:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا

''اورتم میں سے جو الگ ہوتے ہیں (طبعی موت، قتل یا شہید ہونے کی بناء پر) اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہیں''

فرمان کے اس حصے کا ترجمہ تفسیر کرنے کا رواج یوں ہے

[ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب]

آیت:۲۳۴۔''تم میں سے جو **لوگ فوت ہوجائیں** اور بیویاں چھوڑ جائیں''

آیت:۲۴۰۔''جولوگ تم میں سے **فوت ہوجائیں** اور بیویاں **چھوڑ جائیں**''

[ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی۔کنز الایمان فی ترجمة القرآن]

آیت:۲۳۴۔''اور تم میں سے **جو مریں** اور بیبیاں چھوڑ جائیں''

آیت:۲۴۰۔''اور جو تم میں **مریں** اور بیبیاں چھوڑ جائیں''

[''اور تم میں سے جو **مر جائیں** اور بیویاں چھوڑ جائیں''۔مترجم: مولانا محمد علی۔بیان القرآن)

Ayat:234

Yusuf Ali: If any of you **die** and leave widows behind

Pickthall: Such of you as **die** and leave behind them wives,

F. Malik: As for those of you who **die** and leave widows behind,

M. Asad: And if any of you **die** and leave wives behind,

Ayat:240

Yusuf Ali: Those of you who **die** and leave widows

Pickthall: (In the case of) those of you who **are about to die** and leave behind them wives,

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

آیات مبارکہ کے لفظ یُتَوَفَّوْنَ کے معنی ''فوت ہو جائیں''، ''مریں''اور انگریزی میں 'die' کئے گئے ہیں۔ یہ درحقیقت اس ترجمے کا ترجمہ ہے جو تفسیر الجلالین اور القرطبی نے یُتَوَفَّوْنَ کا کیا تھا۔ تفسیر القرطبی اور الجلالین میں اس کا ترجمہ ''یموتون'' کیا تھا۔ اور انہوں نے ''یَذَرُوْنَ'' کا ترجمہ ''یترکون''، کیا تھا جو مادہ ''ت ر ک'' (ترک) سے ہے۔ جس کے معنی ''چھوڑ دینا'' ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کلام اور لوگوں کی باتوں (جن میں قابل احترام قدیم اور جدید مفسرین شامل ہیں) میں بنیادی فرق کیا ہے؟
قرآنِ مجید کلام اللہ ہے اور یہ کتابِ لاریب ہے۔ کتاب لاریب (ایسی کتاب جس میں بیان کردہ حقائق شک وشبہ سے بالاتر ہوں) کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ زمان ومکان کے حوالے کی قید سے آزاد ہوتی ہے اور زمان ومکان کے حوالے کی قید سے آزاد کتاب حقیقت بیان کرتی ہے اور حقیقت اختلاف اور تضاد کے امکان سے آزاد ہوتی ہے اس لئے کتاب کے بیان، باتوں میں تناقض نہیں پایا جاتا۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَـٰفًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

''تو کیا وہ قرآن (مجید) میں تدبر نہیں کرتے!

اور اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بیان کردہ باتوں میں کثیر اختلاف پاتے'' (سورۃ النساء-۸۲)

کتابِ لاریب کی حقیقت اور مفہوم کو ان الفاظ میں واضح کر دیا کہ زمان ومکان کے خالق اللہ تعالیٰ کے سوا قرآن مجید اگر زمان ومکان کی کسی ہستی کی تصنیف ہوتا تو اس میں آگے پیچھے بیان کردہ باتوں میں بکثرت اختلاف اور تضاد (تناقض) پایا جاتا۔ اور یہ اصول اور حقیقت واضح کر دی کہ اختلاف اور تضاد بیانی سے ایسی کتابیں پاک نہیں اور نہ آئندہ وجود میں آنے والی کتابیں ہوسکتی ہیں جو زمان ومکان میں محدود ہستی کی تحریر پر مبنی ہوں۔ اور یوں یہ حقیقت بھی عیاں ہوگئی کہ ان کتابوں میں اختلاف اور تضاد کے امکانات زیادہ ہوں گے جس کا مصنف اس میں موجود تحریر اور کلام کو کسی دوسری شخصیت سے منسوب کرے۔

ان قابل احترام مفسرین کے ''ترجمہ اور تفسیر'' کو من وعن صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر اسے ان کا اپنا بیان مانیں گے کیونکہ ان کے بیان سے دوسرے مقام پر واضح تضاد (تناقض) پایا جاتا ہے اور اس بناء پر اسے قرآنِ مجید کا بیان کسی صورت نہیں مانا جاسکتا۔ مفسرین کے یُتَوَفَّوْنَ کے بیان کردہ معنی ''یموتون''، تسلیم کر لئے جائیں تو پھر ان میں تناقض، تضاد کیا ہے؟ اہل ایمان اپنی بیویوں سے یُتَوَفَّوْنَ (درحقیقت الگ ہونا) دو طرح سے ہوسکتے ہیں۔

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوْ مُتُّمْ ''اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہوگئے یا مر گئے'' (حوالہ آلِ عمران-۱۵۷)

وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ ''بالیقین خواہ تم مرجاؤ یا قتل کئے جاؤ'' (حوالہ آلِ عمران ـ ۱۸۷)

قُتِلُوٓاْ أَوْ مَاتُواْ ''وہ لوگ قتل ہوگئے یا مرگئے'' (حوالہ الحج ـ ۵۸)

قُتِلْتُمْ اور مُتُّمْ ایک دوسرے سے قطعی منفرد ہیں اگر چہ ان دونوں صورتوں میں انسان لوگوں سے اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو اپنی بیویوں سے بھی الگ ہو جاتا ہے۔ ہمارا علم اور ادراک بھی یہ ہے کہ ٱلْمَوْتَ اور ٱلْقَتْلِ حیات کے خاتمے کے ایک دوسرے سے الگ اور منفرد انداز ہیں۔ ٱلْمَوْتَ کو ہم ٱلْقَتْلِ نہیں کہہ سکتے اور نہ ٱلْقَتْلِ کو ٱلْمَوْتَ کہہ سکتے ہیں اگر چہ نتیجہ دونوں کا ایک ہوتا ہے کہ مرنے یا قتل ہونے والے ہم سے الگ ''يُتَوَفَّوْنَ'' ہو جاتے ہیں اور ہمیں اور بیویوں کو '' يَذَرُوْنَ'' یعنی چھوڑ جاتے ہیں۔

يُتَوَفَّوْنَ کے مفسرین کے بیان کردہ معنی ''یموتون'' تسلیم کر لئے جائیں تو پھر ان میں تناقض، تضاد کیا ہے؟ اہل ایمان میں سے بیویوں سے الگ (يُتَوَفَّوْنَ) وہ بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے گھروں سے نکلتے ہیں (آج کے دور میں مسلم فوج، ائیر فورس، نیوی کے جوان، افسر جنہیں میدان جنگ میں بھیجا جاتا ہے) اور پھر ان میں سے بعض جام شہادت نوش کرتے ہیں (اور بعض کے متعلق معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے جام شہادت نوش کیا تھا یا کہیں لا پتہ (Missing) ہیں)۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے ان مجاہد خاوندوں کیلئے يَمُوتُ استعمال نہیں ہوتا (اور خبردار کوئی کرے بھی نہیں)

وَلَا تَقُولُواْ لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ (مَيِّتٌ، مرے ہوئے) مت کہو''

وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُواْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ (مَيِّتٌ، مرے ہوئے) گمان نہ کرو'' (حوالہ البقرۃ ـ ۱۵۴، آلِ عمران ـ ۱۶۹)

کہنے کا تعلق زبان سے ہے اور گمان کا تعلق دل و دماغ سے۔ اللہ نے دونوں کو پابند کر دیا۔ سبحان اللہ! کیا رتبہ اور مقام ہے اور کیا زندگی ہے اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کی۔ اور واضح فرمادیا

بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

''نہیں! درحقیقت وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی جانب سے رزق پاتے ہیں'' (حوالہ آلِ عمران ۱۶۹)

اگر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہم مانتے ہیں تو پھر کیا ہمیں انکار ہو سکتا ہے کہ يُتَوَفَّوْنَ کے معنی ''یموتون'' نہیں ہیں؟

قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ اس میں تضاد اور تناقض نہیں پایا جاتا اس لئے البقرۃ کی آیات مبارکہ ۲۳۴ اور ۲۴۰ میں لفظ ''یموتون'' استعمال نہیں فرمایا بلکہ یُتَوَفَّوْنَ فرمایا اور جن مترجمین اور مفسرین نے یُتَوَفَّوْنَ کو ''یموتون'' سے بدل کر بیان کیا انہوں نے صحیح خیال نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یُتَوَفَّوْنَ کے معنیٰ ''الگ ہونا جس کا مفہوم چھوڑ جانا ہوتا ہے، کہ الگ وہ ہوتا ہے جو چھوڑتا ہے'' اس کے بالمقابل لفظ'' یَذَرُوْنَ '' سے بھی کھول کر واضح کر دیئے ہیں۔ یَذَرُوْن کا مادہ ''وذر'' ہے اور اس کے معنی گوشت کی چھوٹی بوٹی جس میں ہڈی نہ ہو، چھوڑ دینا ہیں۔ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ ''اور اسے چھوڑ دو جو سود میں سے بقایا رہ گیا ہے'' (حوالہ البقرۃ۔ ۲۷۸)۔ جہاد کیلئے صاحب ثروت منافقین اپنے گھروں اور بیویوں سے الگ ہونا نہیں چاہتے

وَقَالُوا۟ ذَرْنَا نَكُن مَّعَ ٱلْقَـٰعِدِينَ ۝

اور کہتے ہیں ''ہمیں چھوڑ دیں، بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہنے دیں'' (حوالہ التوبہ۔ ۸۶)

فَٱقْعُدُوا۟ مَعَ ٱلْخَـٰلِفِينَ ۝

''اس لئے پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو'' (حوالہ التوبہ ۸۳)۔ متنبہ فرمایا

قُل لَّن يَنفَعَكُمُ ٱلْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ ٱلْمَوْتِ أَوِ ٱلْقَتْلِ

''آپ (ﷺ) کہہ دیں ''تمہیں فرار ہونا فائدہ نہیں دے گا اگر تم موت یا قتل ہونے سے بھاگتے ہو'' (حوالہ الاحزاب۔ ۱۶)

طبعی موت، یا انسان کا کسی کے ہاتھوں غلطی سے یا مُتَعَمِّدًا (دانستہ) قتل، یا اللہ کی راہ میں میدان جنگ، جہاد (القتال) میں قتل ہونے کا نتیجہ یُتَوَفَّوْنَ ، الگ ہونا ہیں۔ طبعی موت دیار غیر میں دوران سفر بھی آسکتی ہے اور انسان کو کوئی غلطی سے یا مُتَعَمِّدًا (دانستہ) قتل اچانک بھی کر سکتا ہے۔ فرمایا

وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

''اور تم میں سے جو الگ ہوتے ہیں (موت، قتل یا شہید ہونے کی بناء پر) اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہیں

تو وہ بیویاں چار ماہ دس دن تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں''

خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق اس کی متعین عدت کیلئے دینا ہوتی ہے۔ جن بیویوں کو باقاعدہ حیض آتا ہے ان کے خاوندوں نے انہیں طلاق تین حیض کیلئے دینا ہوتی ہے۔ عورت کا حیض اس کا مخصوص ذاتی معاملہ ہے اور اسے حیض مہینے کی کس تاریخ کو آتا ہے یہ وہ جانتی ہے یا اس

کا خاوند جانتا ہے۔حیض کے دورانیہ اور دو حیضوں کے درمیان کے صحیح وقفہ کو بھی وہ دونوں جانتے ہیں۔ بیوہ بننے والی عورتوں کیلئے عدت،انتظار کا وقت مہینوں اور دنوں کے حساب سے بتایا گیا ہے کیونکہ عورت کے حیض کا حساب رکھنے والا تو ''فوت''،یعنی الگ ہو گیا ہے اور کسی دوسرے کو حق حاصل نہیں کہ اس عورت کے حیض کے بارے جانکاری کرے۔معاشرے کو بتا دیا گیا کہ بیوہ (جس کا خاوند موت،قتل یا شہید ہونے کی بناء پر اسے چھوڑ چکا ہے) کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔

انسان کو موت اچانک بھی آ سکتی ہے،دوران سفر دیار غیر میں بھی موت پہنچ سکتی ہے اور اچانک اتفاقی طور پر یا دانستہ کسی کے ہاتھوں قتل بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک انسان کو موت اس حالت میں بھی آتی ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ موت آن پہنچی ہے۔اور جب گھر سے جہاد کیلئے میدان جنگ میں نکلتا ہے تو اس ارادے سے نکلتا ہے کہ اس نے قتل کرنا ہے اور قتل (شہید) ہونا ہے۔ان لوگوں کو البقرۃ کی آیت ۲۴۰ میں ہدایت فرمائی:

وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا

''اور تم میں سے جو الگ ہوتے ہیں (موت کے وقت یا جہاد میں قتل،شہید ہونے کیلئے) اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہیں

وَصِيَّةً لِّأَزْوَٰجِهِم مَّتَٰعًا إِلَى ٱلْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ

تو وہ لوگ اپنی بیویوں کیلئے وصیت کر کے جائیں (یا وصیت کریں) مال و اسباب دینے کی،ایک سال تک کیلئے،گھروں سے نکالے بغیر''

اچانک مرجانے والا یا کسی کے ہاتھوں اچانک قتل ہو جانے والا خاوند اس طرح کی وصیت نہیں کر سکتا۔البقرۃ کی آیت ۲۳۴ میں ہدایت بیواؤں اور معاشرے کیلئے ہے جب کہ آیت ۲۴۰ میں ہدایت ان الگ ہونے والوں خاوندوں کو دی گئی ہے جنہیں اپنی موت کا وقت آن پہنچنے کا علم ہے(یا میدان جنگ میں جانے کی بناء پر قتل یعنی شہید ہونے کا امکان ہے) اور الگ ہوتے ہوئے پیچھے اپنی بیویاں چھوڑ رہے ہیں۔قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے جس میں روز قیامت تک پیش آنے والے تمام امکانات اور حالات کیلئے دوٹوک اور محکم ہدایات عطا فرمائی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ قرآنِ مجید نے ہمیں سمجھا دیا کہ يُتَوَفَّوْنَ کے معنی ''يموتون'' نہیں ہیں اور یہ کہ طبعی موت،یا انسان کا کسی کے ہاتھوں غلطی سے یا مُتَعَمِّدًا (دانستہ) قتل،یا اللہ کی راہ میں میدان جنگ،جہاد (القتال) میں قتل ہونے کا نتیجہ ''وفات'' ہے لیکن ضروری نہیں کہ یہ ''موت'' ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والا ''وفات'' کے باوجود زندہ ہے اگرچہ ہمیں اس کا شعور نہیں۔

آقائے نامدار ﷺ پر نازل فرمائی گئی کتاب کا تعارف ہے

ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ

''یہ ہے وہ کتاب جسمیں ریب کوئی نہیں''

''یہ ہے کتابِ لاریب''

رَیْبَ کا مادہ ''ر ی ب'' ہے۔اس کے معنی شک وشبہ اور بے چینی ہیں۔نفسیاتی الجھن، کشمکش اور اضطراب نفس کے معنوں میں آتا ہے۔شک باعث الجھن اور اضطراب ہوتا ہے۔علم کی ضد ریب، شک ہے۔ فلسفہ، خیال، گمان، مفروضہ، داستان، کہانی، روایت کا لازمی عنصر شک کی موجودگی ہے۔کوئی بھی بات شک سے بالاتر جبھی کہلاسکتی ہے اگر زمان ومکان اسے متاثر نہ کرتے ہوں کیونکہ حقیقت قیود سے آشنا نہیں ہوتی۔ کتاب کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ بیانِ حقیقت ہے۔دعویٰ کر کے بتایا ہے کہ اس میں خیال، گمان، مفروضہ، داستان اور کہانی کا کوئی عنصر اور پہلو نہیں اس لئے شک وشبہ سے بالاتر ہے اور شک وشبہ سے بالاتر کتاب قابل اعتماد ہونے کی منتہا (infinitely reliable) پر ہوتی ہے۔کتاب نے پر یقین اور لطیف انداز میں اپنے تعارف ہی میں دعوے سے کہہ دیا کہ اس کے علاوہ کائنات میں بکھری کتابیں شک وشبہ سے بالاتر نہیں ہیں۔انہیں بغیر تحقیق وتجسس ہر حال میں قابل اعتماد (infinitely reliable) نہیں مانا جاسکتا۔